

قبول کیا گیا ہے اور بڑے زور اور جملوں کی سہجائی ظاہر ہے۔
قبول کیا گیا ہے اور بڑے زور اور جملوں کی سہجائی ظاہر ہے۔

ازالہ وصال

فِيهِ بَأْسٌ شَدِيدٌ وَمَنَافِعٌ لِلنَّاسِ

الحمد والمنةت کہ بہاہ مبارک ذی الحجہ ۱۳۰۸ھ کتاب
جامع معارف قرآنی و شارح اسرار کلام ربانی از
تالیفات مرسل نیروانی و مامور رحمانی حضرت
جناب میرزا غلام احمد صاحب قادیانی

بہ تمام سعی شیخ نور احمد مالک مطبع ریاض ہند مطبعہ گوگرد

اسے شک نہ کرو! اور!

آسمانی فیصلہ کی طرف آ جاؤ

اے بزرگو! اے مولیو! اے قوم کے منتخب لوگو! خدا تعالیٰ آپ لوگوں کی آنکھیں کھولے غیظ اور غضب میں اگر حد سے مت بڑھو۔ میری اس کتاب کے دونوں حصوں کو غور سے پڑھو کہ ان میں نور اور ہدایت ہے خدا تعالیٰ سے ڈرو اور اپنی زبانوں کو تکھیز سے تمام لو۔ خدا تعالیٰ خوب جانتا ہے کہ میں ایک مسلمان ہوں۔

امنت باللہ وملتکمتم وکتبہم درسلہم والبعث بعدالموت واشہدان لا الہ الا اللہ
وحدہ لا شریک لہ واشہدان محمد اعبدا ورسولہ فاتقوا اللہ ولا تقورواست
مسلمًا واتقوا الملک الذی الیہ ترجعون۔

اور اگر اب بھی اس کتاب کے پڑھنے کے بعد شک ہے تو آؤ آزما لو خدا کس کے ساتھ ہے اے میرے مخالف! اے مولیو اور صوفیو! اور سجادہ نشینو! جو کلمہ اور کتبہ ہو۔ مجھے یقین دلایا گیا ہے کہ اگر آپ لوگ بل جُل کریا ایک ایک آپ میں سے ان آسمانی نشانوں میں میرا مقابلہ کرنا چاہیں جو اولیاء الرحمن کے لازم حال ہو کرتے ہیں تو خدا تعالیٰ انہیں شرمندہ کرے گا اور تمہارے پر دوں کو پھاڑ دے گا اور اُس وقت تم دیکھو گے کہ وہ میرے ساتھ ہے۔ کیا کوئی تم میں ہے کہ اس آزمائش کیلئے میدان میں آوے اور عام اعلان اخباروں کے ذریعہ سے دیکر ان تعلقات قبولیت میں جو میرا رب میرے ساتھ رکھتا ہے اپنے تعلقات کا موازنہ کرے۔ یاد رکھو کہ خدا صادقوں کا مددگار ہے وہ اسی کی مدد کرے گا جسکو وہ سچا جانتا ہے۔ چالاکوں سے باز آ جاؤ کہ وہ نزدیک ہے۔ کیا تم اُس سے لڑو گے؟ کیا کوئی شکہ راہ اُپھلنے سے درحقیقت اونچا ہو سکتا ہے۔ کیا صرف زبان کی تیزیوں سے سچائی کو کاٹ دو گے اُس ذات سے ڈرو جسکا غضب سب غضبوں سے بڑھ کر ہے۔ اِنَّ مَنْ يَاتِ رَبَّهُ مَحْزِنًا فَانِ لَهُ جَهَنَّمَ لَا يَخْرُجُ مِنْهَا وَلَا يَخْتِجُ۔

ص
خاکسار غلام احمد قادیانی از لودھیانہ محلہ اقبال گنج

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَالسَّلَامُ عَلٰی قَوْمٍ مَّوْجِعٍ سَيِّمًا عَلٰی اِمَامٍ اَلَا صِفِيًّا وَسَيِّدًا لَا نَبِيَّآ
 مُحَمَّدًا لِمُصْطَفٰى وَاٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِيْنَ . اَللّٰهُمَّ اَمْرًا زَقْنَا النُّوَارَ تَبَاعَدَ
 وَاَعْطٰنَا ضَوْءًا بِجَمِيْعِ النُّوَاعِ بِرَحْمَتِكَ عَلَيْهِ وَاَشْيَاعِهِ
 اس سوال کا جواب کہ حضرت مسیح بن مریم نے مُردوں کو زندہ کیا اور
 اندھوں کو آنکھیں بخشیں بہروں کے کان کھولے ان تمام معجزات میں سے

مثیل مسیح نے کیا دکھایا

اس جگہ اول تو یہ جواب کافی ہے کہ جس مسیح کے مسلمان لوگ منتظر ہیں اس کی نسبت ہرگز احادیث میں
 یہ نہیں لکھا کہ اُس کے ہاتھ سے مُردے زندہ ہوں گے بلکہ یہ لکھا ہے کہ اُس کے دم سے زندے میں گے
 ۲۔ علاوہ اس کے خدا نے تعالیٰ نے اسی غرض سے اس عاجز کو بھیجا ہے کہ تار و وحانی طور پر مُردے زندہ
 کیے جائیں بہروں کے کان کھولے جائیں اور مجزوموں کو صاف کیا جائے اور وہ جو قبروں میں ہیں باہر نکالے
 جائیں اور نیز یہ بھی وجہ مماثلت ہے کہ جیسے مسیح بن مریم نے انجیل میں تورات کا صحیح خلاصہ اور مغزِ اصلی پیش
 کیا تھا اسی کام کے لیے یہ عاجز مامور ہے تا غافلوں کے سمجھانے کے لیے قرآن شریف کی اصلی تعلیم پیش
 کی جائے مسیح صرف اسی کام کے لیے آیا تھا کہ تورات کے احکام شد و مد کے ساتھ ظاہر کرے ایسا ہی یہ
 عاجز بھی اسی کام کیلئے بھیجا گیا ہے کہ قرآن شریف کے احکام کو وضاحت بیان کر دیوے۔ فرق صرف اتنا ہے
 کہ وہ مسیح موسیٰ کو دیا گیا اور یہ مسیح مثیل موسیٰ کو عطا کیا گیا سو یہ تمام مشابہت تو ثابت ہے اور میں مسیح
 کتا ہوں کہ مسیح کے ہاتھ سے زندہ ہونیوالے مر گئے مگر جو شخص میرے ہاتھ سے جا پئے گا جو مجھے دیا گیا ہے نہ ہرگز نہیں مر گا وہ مُردگی
 ۳۔ بخش باتیں جو میں کتا ہوں اور وہ حکمت جو میرے مُنہ سے نکلتی ہے اگر کوئی اور بھی اس کی مانند کہہ
 سکتا ہے تو سمجھو کہ میں خدا نے تعالیٰ کی طرف سے نہیں آیا لیکن اگر یہ حکمت اور معرفت جو مردہ دلوں کے
 لیے آبِ حیات کا حکم رکھتی ہے دوسری جگہ سے نہیں مل سکتی تو تمہارے پاس اس جُرم کا کوئی عُذر نہیں

کہ تم نے اس کے سرچشمہ سے انکار کیا جو آسمان پر کھولا گیا زمین پر اس کو کوئی بند نہیں کر سکتا سو تم مقابلہ کے لیے جلدی نہ کرو اور دیدہ و دانستہ اس الزام کے نیچے اپنے تئیں داخل نہ کرو جو خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ لا تقف ما لیس لک بہ علم فان السمع والبصر والفؤاد کل اولئک کان عنہ مستحولا۔ بذہنی اور بدگمانی میں حد سے زیادہ مت بڑھو ایسا نہ ہو کہ تم اپنی باتوں سے کپڑے جاؤ اور پھر اس دکھ کے مقام میں تمہیں یہ کہنا پڑے کہ مالنا لانری مر جالنا بعدہم من الاشوار۔

خویشمن را زودتر بر صند و انکار آورد	آل نہ دانائی بود کز ناشکیبائی نفس
ہر چه پنہاں خاصیتت دارد ہماں بار آورد	صبر باید طالب حق را کہ تخم اندر جہاں
تا صداقت خویشمن را خود با ظہار آورد	سازند کے نور فرست باید ایں جا مرد را
نور پنہاں بر جبین مرد انوار آورد	صادق را صدق پنہانی نے ماند نہاں
ہر زمان رویش سرور واصل یار آورد	ہر کہ از دست کے خور دست گسایتِ مہاں

اے مسلمانوں! اگر تم سچے دل سے حضرت خداوند تعالیٰ اور اُس کے مقدس رسول علیہ السلام پر ایمان رکھتے ہو اور نصرت الہی کے منتظر ہو تو یقیناً سمجھو کہ نصرت کا وقت آگیا اور یہ کاروبار انسان کی طرف سے نہیں اور نہ کسی انسانی منصوبہ نے اس کی بنا ڈالی بلکہ یہ وہی صبح صادق ظہور پذیر ہو گئی ہے جس کی پاک نوشتوں میں پہلے سے خبر دی گئی تھی خدائے تعالیٰ نے بڑی ضرورت کے وقت تمہیں یاد کیا قریب تھا کہ تم کسی مہلک گڑھے میں جا پڑتے مگر اس کے با شفقت ہاتھ نے جلدی سے تمہیں اٹھایا سو شکر کرو اور خوشی سے اُچھلو جو آج تمہاری تازگی کا دن آگیا۔ خدا تعالیٰ اپنے دین کے باغ کو جس کی راستبازوں سے خونوں سے آسپاشی ہوئی تھی کبھی صنایع کرنا نہیں چاہتا وہ ہرگز یہ نہیں چاہتا کہ غیر قوموں کے مذاہب کی طرح اسلام بھی ایک پرانے قصوں کا ذخیرو ہو جس میں موجودہ برکت کچھ بھی نہ ہو وہ ظلمت کے کامل غلبہ کے وقت اپنی طرف سے نو بھیجتا ہے کیا اندھیری رات کے بعد نئے چاند کے چڑھنے کی انتظار نہیں ہوتی کیا تم سلخ کی رات کو جو ظلمت کی آخری رات ہے دیکھ کر حکم نہیں کرتے کہ کل نیا چاند نکلنے والا ہے۔ افسوس کہ تم اس دُنیا کے ظاہری قانونِ قدرت کو تو خوب سمجھتے ہو مگر اُس رُومانی قانونِ فطرت سے جو اسی کا ہم شکل ہے کبھی بے خبر ہو۔

اے نفسانی مولویو اور خشک زاہدو تم پر افسوس کہ تم آسمانی دروازوں کا کھلنا چاہتے ہی نہیں بلکہ چاہتے ہو کہ ہمیشہ بند ہی رہیں اور تم پیرِ مغان بنے رہو اپنے دلوں پر نظر ڈالو اور اپنے اندر کو ٹٹو لو کیا تمہاری زندگی دُنیا پرستی سے منزه ہے کیا تمہارے دلوں پر وہ زنگار نہیں جس کی وجہ سے تم ایک تاریکی میں پڑے ہو کیا تم ان فقیہوں اور فریسیوں سے کچھ کم ہو جو حضرت مسیح کے وقت میں دن رات نفس پرستی میں

مٹ گئے ہوتے تھے پھر کیا یہ سچ نہیں کہ تم مثیل مسیح کے لیے سچی مشابہت کا ایک گونہ سامان اپنے ہاتھ سے ہی پیش کر رہے ہو تا خدا نے تعالیٰ کی حجت ہر ایک طور سے تم پر وارد ہوئیں سچ سچ کہتا ہوں کہ ایک کافر کاموں ہو جانا تمہارے ایمان لانے سے زیادہ تر آسان ہے بہت سے لوگ مشرق اور مغرب کے آئیں گے اور اس خوانِ نعمت سے حصہ لیں گے لیکن تم اسی رنگ کی حالت میں ہی مرو گے کاش تم نے کچھ سوچا ہوتا۔

اور مشابہت کے لیے مسیح کی پہلی زندگی کے معجزات جو طلب کیے جاتے ہیں اس بارے میں ابھی بیان کر چکا ہوں کہ احیاءِ جسمانی کچھ چیز نہیں احیاءِ روحانی کے لیے یہ عاجز آیا ہے اور اس کا ظہور ہو گا یا سولنے اس کے اگر مسیح کے اصلی کاموں کو ان حواسی سے الگ کر کے دیکھا جائے جو محض افزا کے طور پر یا غلط فہمی کی وجہ سے گھڑے گئے ہیں تو کوئی عجب نظر نہیں آتا بلکہ مسیح کے معجزات اور پیشگوئیوں پر جس قدر اعتراض ہے اور شکوک پیدا ہوتے ہیں میں نہیں سمجھ سکتا کہ کسی اور نبی کے خوارق یا پیش خبروں میں کبھی ایسے شہادت پیدا ہوتے ہوں کیا تالاب کا قصبہ مسیحی معجزات کی رولق تو دور نہیں کرتا؟ اور پیشگوئیوں کا حال اس سے بھی زیادہ تر ابتر ہے کیا یہ بھی کچھ پیشگوئیاں ہیں کہ زلزلے آئیں گے مری پڑے گی لڑائیاں ہوں گی قحط پڑیں گے اور اس سے زیادہ تر قابلِ افسوس یہ امر ہے کہ جس قدر حضرت مسیح کی پیشگوئیاں غلط نکلیں اس قدر صحیح نکل نہیں سکیں انہوں نے یہود اور اسکریولٹی کو بہشت کے بارانِ بخشش میں سے ایک تخت دیا تھا جس سے آخر وہ محروم رہ گیا اور پطرس کو نہ صرف تخت بلکہ آسمان کی کنجیاں بھی دیدی تھیں اور بہشت کے دروازے کسی پر بند ہونے یا کھلنے اسی کے اختیار میں رکھے تھے مگر پطرس جس آخری کلمہ کے ساتھ حضرت مسیح سے الوداع ہوا وہ یہ تھا کہ اس نے مسیح کے روبرو مسیح پر لعنت بھیج کر اور قسم کھا کر کہا میں اس شخص کو نہیں جانتا۔ ایسی ہی اور بھی بہت سی پیشگوئیاں ہیں جو صحیح نہیں نکلیں مگر یہ بات الزام کے لائق نہیں کیونکہ امورِ اخباریہ کشفیہ میں اجتہادی غلطی انبیاء سے بھی ہو جاتی ہے حضرت موسیٰ کی بعض

پیشگوئیاں بھی اس صورت پر ظہور پذیر نہیں ہوئیں جس صورت پر حضرت موسیٰ نے اپنے دل میں امتیاز باندھ لی تھی غایت مافی الباب یہ ہے کہ حضرت مسیح کی پیشگوئیاں اوروں سے زیادہ غلط نکلیں مگر یہ غلطی نفسِ الہام میں نہیں بلکہ سمجھا اور اجتہاد کی غلطی ہے چونکہ انسان تھے اور انسان کی رائے خطا اور صواب دونوں کی طرف جاسکتی ہے اس لیے اجتہادی طور پر یہ لغزشیں پیش آگئیں۔

اس مقام میں زیادہ تر تعجب یہ ہے کہ حضرت مسیح معجزہ نمائی سے صاف انکار کر کے کہتے ہیں کہ میں ہرگز کوئی معجزہ دکھا نہیں سکتا مگر پھر بھی عوام الناس ایک انبیا معجزات کا ان کی طرف منسوب کر رہے ہیں نہیں دیکھتے کہ وہ تو کھلے کھلے انکار کیے جاتے ہیں چنانچہ ہیرودیس کے سامنے حضرت مسیح

جب پیش کیے گئے تو ہیرودیس مسیح کو دیکھ کر بہت خوش ہوا کیونکہ اسے اس کی کوئی کرامت دیکھنے کی امید تھی ہیرودیس نے ہر چند اس بارہ میں مسیح سے بہت درخواست کی لیکن اس نے کچھ جواب نہ دیا تب ہیرودیس اپنے تمام مصاحبوں کے سمیت اس سے بے اعتقاد ہو گیا اور اسے ناچیز بھٹرایا دیکھو

لوقا باب ۲۲۔

اب خیال کرنا چاہیے کہ اگر حضرت مسیح میں اقتداری طور پر جیسا کہ عیسائیوں کا خیال ہے معجزہ نمائی کی قوت ہوتی تو ضرور حضرت مسیح ہیرودیس کو جو ایک خوش اعتقاد آدمی اور ان کے وطن کا بادشاہ تھا کوئی معجزہ دکھا کر وہ کچھ بھی دکھانہ سکے بلکہ ایک مرتبہ فقیہوں اور فریسیوں نے جن کی قیصر کی گورنمنٹ میں بڑی عزت تھی حضرت مسیح سے معجزہ مانگا تو حضرت مسیح نے انہیں مخاطب کر کے پر اشتعال اور پُر غضب الفاظ سے فرمایا کہ اس زمانہ کے بد اور حرام کار لوگ نشان ڈھونڈتے ہیں پھر یونس نبی کے نشان کے سوائے کوئی نشان انہیں دکھایا نہیں جائیگا دیکھو متی باب ۱۲-آیت ۳۹ اور حضرت مسیح نے یونس نبی کے نشان کی طرف جو اشارہ فرمایا تو اس سے حضرت مسیح کا یہ مطلب تھا کہ یونس نبی پھیل کے پیٹ میں ۱۱ ہلاک نہیں ہوا بلکہ زندہ رہا اور زندہ نکل آیا ایسا ہی میں بھی صلیب پر نہیں مروں گا اور نہ قبر میں مُردہ داخل ہوں گا۔

ہم اور ہمارے نکتہ چین

۱۲ بعضے مصاحبوں نے نکتہ چینی کے طور پر اس عاجز کی عیب شماری کی ہے اور اگرچہ انسان عیب سے خالی نہیں اور حضرت مسیح کا یہ کہنا سچ ہے کہ میں نیک نہیں ہوں نیک ایک ہی ہے یعنی خدا۔

حاشیہ ۱۱ :- اس جگہ حضرت مسیح کی تہذیب اور اخلاقی حالت پر ایک سخت اعتراض وارد ہوتا ہے۔ کیونکہ متی باب ۲۳ آیت ۳ میں وہ فرماتے ہیں کہ فقیہ اور فریسی موسیٰ کی گدی پر بیٹھے ہوتے ہیں یعنی صاف بڑے بزرگ ہیں اور انہیں یہ بھی معلوم تھا کہ وہ لوگ یہودیوں کے مقتدا کلمات تھے اور قیصر کے دربار میں بڑی عزت کے ساتھ خاص ریسوں میں بٹھاتے جاتے تھے پھر باوجود ان سب باتوں کے انہیں فقیہوں اور فریسیوں کو مخاطب کر کے حضرت مسیح نے نہایت غیر متذب الفاظ استعمال کیے بلکہ تعجب تو یہ ہے کہ ان یہودیوں کے معزز بزرگوں نے نہایت نرم اور مودبانہ الفاظ سے سراسر انکساری طور پر حضرت مسیح کی خدمت میں یوں عرض کی کہ لے اُستاد ہم تم سے ایک نشان دیکھا چاہتے ہیں اس کے جواب میں حضرت مسیح نے انہیں مخاطب کر کے یہ الفاظ استعمال کیے کہ اس زمانہ کے بد اور حرام کار لوگ نشان ڈھونڈتے ہیں الخ اور پھر اسی پر بس نہیں کی بلکہ وہ ان معزز بزرگوں کو ہمیشہ دشنام دہی کے طور پر یاد کرتے

لیکن چونکہ ایسی نکتہ چینیوں پر بد اثر ڈالتی ہیں اور حق کے طالبوں کو رجوع لانے سے روکتی ہیں۔ اس لیے برعایت اختصار بعض نکتہ چینیوں کا جواب دیا جاتا ہے۔

پہلی نکتہ چینی :- اس عاجز کی نسبت یہ کی گئی ہے کہ اپنی تالیفات میں مخالفین کی نسبت سخت الفاظ استعمال کیے ہیں جن سے مشتعل ہو کر مخالفین نے اللہ جل شانہ اور اس کے رسول کریم کی بے ادبی کی اور پر دشنام تالیفات شائع کر دیں۔ کسران شریف میں صریح حکم داروہ ہے کہ مخالفین کے مجروروں کو سب اور شتم سے یاد مت کرو تا وہ بھی بے سمجھی اور کینہ سے خدا تعالیٰ کی نسبت سب و شتم کے ساتھ زبان نہ کھولیں لیکن اس جگہ پر خلاف طریق ماموریہ کے سب و شتم سے کام لیا گیا۔ اما الجواب پس واضح ہو کہ ص ۱۱۰ اس نکتہ چینی میں معترض صاحب نے وہ الفاظ بیان نہیں فرمائے جو اس عاجز نے بزعم ان کے اپنی تالیفات میں استعمال کیے ہیں اور درحقیقت سب و شتم میں داخل ہیں میں سچ سچ کہتا ہوں کہ جہاں تک مجھے معلوم ہے میں نے ایک لفظ بھی ایسا استعمال نہیں کیا جس کو دشنام دہی کہا جائے بڑے دھوکہ کی بات یہ ہے کہ اکثر لوگ دشنام دہی اور میان واقعہ کو ایک ہی صورت میں سمجھ لیتے ہیں اور ان دونوں مختلف مفہوموں میں فرق کرنا نہیں جانتے بلکہ ایسی ہر ایک بات کو جو دراصل ایک واقعی امر کا اظہار ہو اور اپنے عمل پر چسپاں ہو محض اس کی کسی قدر مرارت کی وجہ سے جو حق گوئی کے لازم حال ہو کر تھی ہے دشنام ہی تصور کر لیتے ہیں حالانکہ دشنام اور سب اور شتم فقط اس مفہوم کا نام ہے جو خلاف واقعہ اور دروغ کے طور پر محض آزار رسانی کی غرض سے استعمال کیا جائے اور اگر ہر ایک سخت اور آزار دہ تقریر کو محض بوجہ اس کی مرارت اور ص ۱۲۰ ملحق اور ایذا رسانی کے دشنام کے مفہوم میں داخل کر سکتے ہیں تو پھر اقرار کرنا پڑیگا کہ سارا قرآن شریف

۱۱ بقیہ حاشیہ :- رہے۔ کبھی انہیں کہا اے ساپنوا اے سانپ کے پتھو دیکھو متی باب ۱۰ - آیت ۳۳ کبھی انہیں کہا اندھے دیکھو متی باب ۱۵ - آیت ۱۴ کبھی انہیں کہا اے ریا کارو دیکھو متی باب ۲۳ - آیت ۱۳ کبھی انہیں نہایت فحش کلمات سے یہ کہا کہ کج خیریاں تم سے پہلے خدا نے تعالیٰ کی بادشاہت میں داخل ہوتی ہیں اور کبھی ان کا نام سوز اور کھٹا رکھا دیکھو متی باب ۲۱ - آیت ۲۱ - اور کبھی انہیں احمق کہا دیکھو متی باب ۲۲ - آیت ۱۱ کبھی انہیں کہا کہ تم جنہی ہو دیکھو متی باب ۲۳ - آیت ۱۶ - حالانکہ آپ ہی علم اور خلق کی نصیحت دیتے ہیں بلکہ فرماتے ہیں کہ جو کوئی اپنے بھائی کو احمق کہے جہنم کی آگ کا سزاوار ہوگا۔ اس اعتراض کا جواب ان مطاعن کے جواب میں دیا جائیگا جو تہذیب کے باریک بعض خوش فہم آدمیوں نے اس عاجز کی نسبت کیے ہیں :-

گالیوں سے پُربے کیونکہ جو کچھ بتوں کی ذلت اور بُت پرستوں کی حقارت اور ان کے بارے میں لعنت ملامت کے سخت الفاظ قرآن شریف میں استعمال کیے گئے ہیں یہ ہرگز ایسے نہیں ہیں جن کے سننے سے بُت پرستوں کے دل خوش ہونے ہوں بلکہ بلاشبہ ان الفاظ نے ان کے غصہ کی حالت کی بہت تحریک کی ہوگی۔ کیا خدائے تعالیٰ کا کفار مکہ کو مخاطب کر کے یہ فرمانا کہ انتم وما تعبدون حسب جہنم معترض کے من گھڑت قاعدہ کے موافق گالی میں داخل نہیں ہے کیا خدائے تعالیٰ کا قرآن شریف میں کفار کو شراب بریہ قرار دینا اور تمام ذریعہ اور پلید مخلوقات سے انہیں بدتر ظاہر کرنا یہ معترض کے خیال کے رُوسے دشنام دہی میں داخل نہیں ہوگا کیا خدائے تعالیٰ نے قرآن شریف میں داغلاظ علیہم نہیں فرمایا کیا مومنوں کی علامات میں اس شداد علی الکفار نہیں رکھا گیا کیا حضرت یح کا یہودیوں کے معترض فقیہوں اور فریسیوں کو سوز اور کُتے کے نام سے پکارنا اور گلیل کے عالی مرتبہ فرماں روا ہیرودیس ۱۵ کا لوبڑی نام رکھنا اور معزز سردار کا ہونے اور فقیہوں کو کجبری کے ساتھ مثال دینا اور یہودیوں کے بزرگ مقتداؤں کو جو قیصری گورنمنٹ میں اعلیٰ درجہ کے عزت دار اور قیصری درباروں میں کرسی نشین تھے ان کو یہ اور نہایت دل آزار اور خلاف تہذیب لفظوں سے یاد کرنا کہ تم حرامزادے ہو حرامکار ہو شریر ہو بدذات ہو بے ایمان ہو احمق ہو ریاکار ہو شیطاں ہو جہنمی ہو تم سانپ ہو سانپوں کے پتے ہو کیا یہ سب الفاظ معترض کی رائے کے موافق فاش اور گندی گالیاں نہیں ہیں اس سے ظاہر ہے کہ معترض کا اعتراض نہ صرف مجھ پر اور میری کتابوں پر بلکہ درحقیقت معترض نے خدائے تعالیٰ کی ساری کتابوں اور سارے رسولوں پر نہایت درجہ کے جلے سڑے دل کے ساتھ حملہ کیا ہے اور یہ حملہ انجیل پر سب سے زیادہ ہے کیونکہ حضرت مسیح کی سخت زبانی تمام نبیوں سے بڑھی ہوئی ہے اور انجیل سے ثابت ہے کہ اس سخت کلامی کی وجہ سے کئی مرتبہ یہودیوں نے حضرت یح کے مارنے کے لیے پتھر اٹھائے ۱۶ اور سردار کاہن کی بے ادبی سے حضرت مسیح نے اپنے مؤمنہ پر طمانچے بھی کھائے اور جیسا کہ حضرت مسیح نے فرمایا تھا کہ میں صلح کرانے نہیں آیا بلکہ تلوار چلانے آیا ہوں سوانہوں نے زبان کی تلوار ایسی چلائی کہ کسی نبی کے کلام میں ایسے سخت اور آزار دہ الفاظ نہیں جیسے انجیل میں ہیں۔ اس زبان کی تلوار چلنے سے آخر مسیح کو کیا کچھ آزار اٹھانے پڑے ایسا ہی حضرت کجلی نے بھی یہودیوں کے فقیہوں اور بزرگوں کو سانپوں کے پتے کہہ کر ان کی شرارتوں اور کارسازوں سے اپنا سر کٹوایا مگر سوال تو یہ ہے کہ کیا یہ مقدس لوگ پرلے درجے کے غیر مہذب تھے کیا زمانہ حال کی موجودہ تہذیب کی ان کو بوجہی نہیں پہنچی تھی اس سوال کا جواب ہمارے سید و مولیٰ مادر و پدرم براونفراہاد حضرت خاتم المرسلین سیدالاولین والاخرین پیلے سے لے چکے ہیں اور وہ یہ ہے کہ جب یہ آیتیں اُتریں کہ مشرکین جس میں پلید ہیں شراب بریہ ہیں سہنا

صلیٰ میں اور ذریت شیطان میں اور ان کے معبود تو وہودانار اور حسب جہنم ہیں تو ابوطالب نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بلا کر کہا کہ اے میرے بھتیجے اب تیری دشنام دہی سے قوم سخت مشتعل ہو گئی ہے اور قریب ہے کہ تجھ کو ہلاک کریں اور ساتھ ہی مجھ کو بھی، تو نے ان کے عقلمندوں کو سفیدہ قرار دیا اور ان کے بزرگوں کو شرا لبر یہ کہا اور ان کے قابل تعظیم معبودوں کا نام ہمیزم جہنم اور وہودانار رکھا اور عام طور پر ان سب کو جس اور ذریت شیطان اور پلید ٹھہرایا میں تجھے خیر خواہی کی راہ سے کہا ہوں کہ اپنی زبان کو تمام اور دشنام دہی سے باز آ جا ورنہ میں قوم کے مقابلہ کی طاقت نہیں رکھا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب میں کہا کہ اے چچا یہ دشنام دہی نہیں ہے بلکہ اظہار واقعہ اور نفس الامرا کا عین عمل پر بیان ہے اور یہی تو کام ہے جس کے لیے میں بھیجا گیا ہوں اگر اس سے مجھے مزاد پریش ہے تو میں بخوشی اپنے لیے اس موت کو قبول کرتا ہوں۔ میری زندگی اسی راہ میں وقف ہے میں موت کے ڈر سے اظہار حق سے رُکنا نہیں سکتا اور اے چچا اگر تجھے اپنی کمزوری اور اپنی تکلیف کا خیال ہے تو تو مجھے پناہ میں رکھنے سے دست بردار ہو جا بجز اے مجھے تیری کچھ بھی حاجت نہیں میں احکام الہی کے پہنچانے سے کبھی نہیں رُکوں گا مجھے اپنے مولیٰ کے احکام جان سے زیادہ عزیز ہیں بجز اگر میں اس راہ میں مارا جاؤں تو چاہتا ہوں کہ پھر بار بار زندہ ہو کر ہمیشہ اسی راہ میں مترار ہوں یہ خوف کی جگہ نہیں بلکہ مجھے اس میں بے انتہا لذت ہے کہ اس کی راہ میں دکھ اٹھاؤں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یہ تقریر کر رہے تھے اور چہرہ پر سچائی اور نورانیت سے بھری ہوئی رقت نمایاں ہو رہی تھی اور جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یہ تقریر ختم کر چکے تو حق کی روشنی دیکھ کر بے اختیار ابوطالب کے آنسو جاری ہو گئے اور کہا کہ میں تیری اس اعلیٰ حالت سے بے خبر تھا تو اور ہی رنگ میں اور اور ہی شان میں ہے۔ جا اپنے کام میں لگا رہے جب تک میں زندہ ہوں

۱۹ جہاں تک میری طاقت ہے میں تیرا ساتھ دوں گا اب حاصل کلام یہ ہے کہ جو کچھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوطالب کے اعتراض کا خود اپنی زبان مبارک سے جواب دیا درحقیقت وہی جواب ہر ایک معترض کے ساکت کرنے کے لیے کافی دوائی ہے کیونکہ دشنام دہی اور چیز ہے اور بیان واقعہ کا گو

۱۵ حاشیہ - یہ سب مضمون ابوطالب کا قصہ اگر چہ کہتوں میں درج ہے مگر یہ تمام عبارت الہامی ہے جو خدا نے تعالیٰ نے اس عاجز کے دل پر نازل کی صرف کوئی کوئی فقرہ تشریح کے لیے اس عاجز کی طرف سے ہے اس الہامی عبارت سے ابوطالب کی ہمدردی اور دلسوزی ظاہر ہے لیکن کجاں یقین یہ بات ثابت ہے کہ یہ ہمدردی پیچھے سے انوار نبوت و آثار استقامت دیکھ کر پیدا ہوتی تھی ہمارے سید و مولیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بڑا حصہ عمر کا جو چالیس برس ہے بیچیں اور پریشانی اور تیشی میں بسر

وہ کیسا ہی تلخ اور سخت ہو دوسری شے ہے ہر ایک معنی اور حق گو کا یہ فرض ہوتا ہے کہ سچی بات کو پورے پورے طور پر مخالفت کم گشتہ کے کالوں تک پہنچا دیوے پھر اگر وہ سچ کو سن کر افرودنتہ ہو تو ہوا کرے ہمارے علماء جو اس جگہ لاتبوا کی آیت پیش کرتے ہیں میں حیران ہوں کہ اس آیت کو ہمارے مقصد اور مدعا سے کیا تعلق ہے۔ اس آیت کریمہ میں تو صرف دشنام دہی سے منع فرمایا گیا ہے نہ یہ ۲۱ کہ اظہار حق سے روکا گیا ہو اگر نادان مخالفت حق کی مرارت اور تلخی کو دیکھ کر دشنام دہی کی صورت میں اس کو سمجھ لیوے اور پھر مشتعل ہو کر گالیاں دینی شروع کرے تو کیا اس سے امر معروف کا دروازہ بند کر دینا چاہیے کیا اس قسم کی گالیاں پہلے کفار نے کبھی نہیں دیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حق ۲۲ کی تائید کے لیے صرف الفاظ سخت ہی استعمال نہیں فرمائے بلکہ بت پرستوں کے ان تہوں کو جو انکی نظر میں خدائی کا منصب رکھتے تھے اپنے ہاتھ سے توڑا بھی ہے اسلام نے ملامتہ کو کب جائز رکھا اور ۲۳ ایسا حکم قرآن شریف کے کس مقام میں موجود ہے بلکہ اللہ جل شانہ ملامتہ کی ممانعت میں صاف فرماتا ہے کہ جو لوگ اپنے باپوں یا اپنی ماؤں کے ساتھ بھی ان کی کفر کی حالت میں ملامتہ کا برتاؤ کریں وہ بھی

بقتیہ حاشیہ ۱ کیا تھا کسی خویش یا قریب نے اُس زمانہ تنہائی میں کوئی حق خویشی اور قرابت کا ادائ نہیں کیا تھا یہاں تک کہ وہ رُو حانی بادشاہ اپنی صغر سنی کی حالت میں لاوارث بچوں کی طرح بصن بیابان نشین اور خانہ بدوش عورتوں کے حوالہ کیا گیا اور اسی بچی اور غریبی کی حالت میں اس سید الانام نے شیر خوارگی کے دن پورے یکے اور جب کچھ سن تمیز پہنچا تو یتیم اور بیس بچوں کی طرح جن کا دنیا میں کوئی بھی نہیں ہوتا ان بیابان نشین لوگوں نے بکریاں چرانے کی خدمت اُس مخدوم العالمین کے سپرد کی اور اس تنگی کے دنوں میں بجز ادنیٰ قسم کے اناجوں یا بکریوں کے دودھ کے اور کوئی غذا نہ تھی جب سن بلوغ پہنچا تو اُن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شادی کے لیے کسی چچا وغیرہ نے باوجود آنحضرت کے اول درجہ کے سُن و جمال کے کچھ فکر نہیں کی بلکہ پچیس برس کی عمر ہونے پر اتفاقی طور پر محض خدائے تعالیٰ کے فضل و کرم سے ایک مکہ کی رئیس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے لیے پسند کر کے آپ سے شادی کر لی یہ نہایت تعجب کا مقام ۲۱ ہے کہ جس حالت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حقیقی چچا ابوطالب اور حمزہ اور عباس جیسے موجود تھے اور بالخصوص ابوطالب رئیس مکہ اور اپنی قوم کے سردار بھی تھے اور دنیوی جاہ و حشمت و دولت و مقدرت بہت کچھ رکھتے تھے مگر باوجود ان لوگوں کی ایسی امیرانہ حالت کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وہ ایام بڑی مصیبت اور فاقہ کشی اور بے سامانی سے گزرے یہاں تک کہ جنگلی لوگوں کی بکریاں چرانے تک نوبت پہنچی اور اس دردناک حالت کو دیکھ کر کسی کے آنسو جاری نہیں ہوتے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

اُن جیسے ہی بے ایمان ہیں اور کفار مکہ کی طرف سے حکایت کر کے فرماتا ہے ددو الوتدھن فیسدھون یعنی اس بات کو کفار مکہ دوست رکھتے ہیں کہ اگر تو حق پوشی کی راہ سے نرمی اختیار کرے تو وہ بھی تیرے دین میں ہاں میں ہاں ملا دیا کریں مگر ایسا ہاں میں ہاں ملانا خدا تعالیٰ کو منظور نہیں۔ غرض آیت قرآنی جو معترض نے پیش کی ہے وہ اگر کسی بات پر دلالت کرتی ہے تو صرف اسی بات پر کہ معترض کو کلامِ الہی کے سمجھنے کی مس تک نہیں، نہیں خیال کرتا کہ اگر یہ آیت ہر ایک طور کی سخت زبانی سے متعلق سمجھی جائے تو پھر امر معروف اور نہی منکر کا دروازہ بند ہو جانا چاہیے اور نیز اس صورت میں خدائے تعالیٰ کا کلام دو متناقض امروں کا جامع ماننا پڑے گا یعنی یہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ اول تو اس نے ہر ایک طور کی سخت کلامی سے منع فرمایا اور ہر ایک عمل میں کفار کا دل خوش رکھنے کے لیے تاکید کی اور پھر آپ ہی اپنے قول کے مخالف کارروائی شروع کر دی اور ہر ایک قسم کی گالیاں منکروں کو سُننائیں بلکہ گالیاں دینے کے لیے تاکید کی سو جانتا چاہیے کہ جن مولویوں نے ایسا خیال کیا ہے کہ گویا عام طور پر ہر ایک سخت کلامی سے خدائے تعالیٰ منع فرماتا ہے یہ اُن کی اپنی سمجھ کا ہی تصور ہے ورنہ وہ تلخ الفاظ جو اطہارِ حق کے لیے ضروری ہیں اور اپنے ساتھ اپنا ثبوت رکھتے ہیں وہ ہر ایک مخالف کو صاف صاف سُننا دینا نہ صرف جائز بلکہ واجب بات وقت سے ہے تاہم ہنہ کی بلا میں مبتلا نہ ہو جائیں۔ خدائے تعالیٰ کے برگزیدہ بند ایسی سخت تبلیغ کے وقت میں کسی لاعلم کی لعنت اور کسی لایم کی ملامت سے ہرگز نہیں ڈرے کیا معلوم نہیں کہ اُس حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے وقت میں جس قدر مشرکین کا کینہ ترقی کر گیا تھا اس کا اصل باعث وہ سخت الفاظ ہی تھے جو ان نادانوں نے دشنام کی صورت پر سمجھ لیے تھے جن کی وجہ سے ۲۵ آخر سان سے سان تک نوبت پہنچی ورنہ اول حال میں تو وہ لوگ ایسے نہیں تھے بلکہ کمال اعتقاد سے

بنتیہ حاشیہ:۔ کی عمر شباب پہنچنے کے وقت کسی چچا کو خیال تک نہیں آیا کہ آخر ہم بھی تو باپ ہی کی طرح ہیں شادی وغیرہ امور ضروریہ کے لیے کچھ فکر کریں حالانکہ ان کے گھر میں اور اُن کے دوستوں کے قلوب میں بھی لڑکیاں تھیں سو اس جگہ بالطبع یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اس قدر مردہری ان لوگوں سے کیوں ظہور میں آئی اسکا واقعی جواب یہی ہے کہ ان لوگوں نے ہمارے سید و مولا صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ ایک لڑکا یتیم ہے جسکا باپ نہ ماں ہے بے سامان ہے جسکے پاس کسی قسم کی جمعیت نہیں نادار ہے جس کے ہاتھ پتلے کچھ بھی نہیں ایسے مصیبت زدہ کی ہمدردی سے فائدہ ہی کیا ہے اور اس کو اپنا داماد بنانا تو گویا اپنی لڑکی کو تباہی میں ڈالنا ہے مگر اس بات کی خبر نہیں تھی کہ وہ ایک شہزادہ اور روحانی بادشاہوں کا سردار ہے جس کو دنیا کے تمام خزانوں کی کھجیاں دی جائیں گی۔ منہ